دھند میں لپٹی شام

محسن خالد محسن

دھند میں لپٹی شام

محسن خالد محسن

کتابوں کی معیاری اشاعت کا مرکز

Dhundh Mei,n Lipti Shaam

(Urdu Poetry By Mohsin Khalid Mohsin)

Published by:
HUSN-E-QALAM PUBLICATIONS
Jamshed Plaza(Near Shama Chowk)
100-Main Ferozpur Road,Ichra, Lahore Pakistan
Tel:042- 374 222 53 Cell: **0300 47 17 801**
email:hqplahore@gmail.com
www.husneqalam.com
/HUSNEQALAM

ISBN 978-969-622-020-6

کتاب	:	دھند میں لپٹی شام
مصنف	:	محسن خالد محسنؔ
ناشر	:	حُسنِ قلم پبلی کیشنز، لاہور
اشاعت اول	:	جنوری 2016ء
مطبع	:	ایچ کیو پرنٹرز لاہور
تعداد	:	500
قیمت	:	350 روپے

انتساب

محبت

اور

محبت کرنے والوں

کے نام

تعارف مصنف

نام : محمد محسن خالد

قلمی نام : محسن خالد محسنؔ

بنیادی تعلق : رسول پور چک ۵ کرانی والا (پتوکی)

حال مقیم : لاہور

تعلیم : فاضل اُردو، ایم اے اُردو، ایم او ایل، ایم فل (اُردو)

بی ایڈ، پی جی ڈی (کمپیوٹر)

ذریعہ معاش : ماہر مضمون اُردو

(ڈویژنل پبلک سکول وانٹرمیڈیٹ کالج، ماڈل ٹاؤن لاہور)

علمی وادبی کام : کچھ کہنا ہے (شاعری) دُھند میں لپٹی شام (شاعری)

منتخب دیوانِ بیت بازی

اُردو گرائمر (جماعت اوّل تا پنجم) تصویر الغات

اُردو گائیڈ (جماعت نہم۔ دہم)

برقی رابطہ : mohsinkhalid53@gmail.com

Facebook:mhsinkhalidmohsin

رابطہ : 0301-4463640

حُسنِ ترتیب

ذرا ٹھہریے!

آداب!

بعض اُوقات انسان سوچتا ہے کہ زندگی اب ختم ہوگئی ہے لیکن! زندگی پیرہن بدل کر یوں رُوبرو ہوتی ہے کہ حیران کر دیتی ہے۔ زندگی سے حیرت نکل جائے تو دُنیاداری آجاتی ہے اور جسے دُنیاداری آگئی، اسے زندگی کی حقیقت کا کبھی ادراک نہیں ہوتا۔ زندگی اپنے اندر لامحدود وسعت رکھتی ہے۔ اس لامحدود وسعت میں اتنی محدود فصیل حائل ہیں کہ سانس کی ڈوران حدوں سے کٹی پتنگ کی طرح اُلجھ کر رہ جاتی ہے اور پھر سمجھ نہیں آتا کہ سانس اور ڈور کے باہمی رشتے میں حائل اُلجھن کا تعلق کیسے باہم منسلک ہوگیا کہ اس سے دامن چھڑانے کی کوشش میں وجود کا وہ اُلجھا ہوا سرا کاٹ کر پھینکنا پڑ جائے۔

انسان اس وقت بہت معصوم اور بے گناہ معلوم ہوتا ہے جب یہ اپنے جذبات کا اظہار محض اپنی ذات کی انائی تسکین کی خاطر کرتا ہے۔ میں ایک فانی انسان ہوں لیکن مجھے ہمیشہ اپنے لازوال ہونے کا یقیں سا رہتا ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں کبھی نہیں مروں گا بلکہ میری موت ہی میری دائمی زندگی کی داغ بیل ڈالے گی۔

زندگی، جیون کی پھلجڑی کی مانند بھڑک کر بجھ تو جاتی ہے لیکن بجھتے وقت کئی ان مٹ نقوش ہمارے ذہن کے اُفق پر معلق چھوڑ جاتی ہے۔ انسان اپنی عقلی اور فکری

صلاحیتوں کے گھوڑے تقویم کی سرحدوں پر دوڑاتا ہوا کسی اجنبی اور قدرے غیر مانوس ماحول میں داخل ہو جاتا ہے لیکن اپنی خود ساختہ خواہشات کی تکمیل میں انسان کبھی ناکام اور کبھی اتنا کامیاب دکھائی دیتا ہے کہ ناکامی اور کامیابی میں فرق محسوس نہیں ہوتا۔

شاعری کی بات کی جائے تو شاعری کے حوالے سے کہا جا سکتا ہے کہ شاعری ایک معصوم بچے کی طرح ہے، جس کے ناز نخرے اُٹھانے اور اس کی معصوم خواہشات پوری کرنے میں بہت لطف آتا ہے۔ اس معصوم بچے کی ایک مسکان کے لیے ہم نجانے کتنے کرب سے گزر جاتے ہیں لیکن اس معصوم بچے کو اس کرب کی شدت کا بالکل اندازہ نہیں ہو پاتا۔ یہ لطف پل بھر کا ہوتا ہے تو کبھی الطاف کی حدود پھلانگ کر انسانی حواس کے فلک پر جلوہ فروز دکھائی دیتا ہے۔ نفس کی فرعونی خواہشات انسان کی اکثر جان لے لیتی ہیں اور حاصل مراد سوائے سراب کے کچھ نہیں ملتا۔

بہت سی باتیں مشکل لکھنے کو جی چاہے جاتا ہے، جس سے آپ کی ذہانت اور علمی معیار کے اوج کا اندازہ لگانے کی جستجو میرا منتہائے مقصود ہے لیکن ایسا کرنا اخلاقاً قاری کے ذوق سے بے ہودہ مذاق کرنے کے مماثل ہے۔ بالعموم کسی تخلیق کار کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی علمی یکتائی کے اظہار کا امتحان قاری کی علمی استعداد اور ذوقِ مطالعہ سے کرے۔ مجھے اس بات کا اعتراف کرنے میں ذرا جھجک محسوس نہیں ہو رہی کہ میں ادنیٰ سا بھی شاعر نہیں ہوں، میں گلی محلے کا بھی شاعر نہیں ہوں بلکہ میں شاعروں اور اہلِ دانش کی محفل میں بیٹھنے کا سزاوار بھی نہیں ہوں۔ شاعری سے میرا تعلق دور دور تک نہیں ہے۔ شاعری کرنا اور شاعری کو سمجھنا ایک ایسا فن ہے جس میں یکتائی حاصل کرتے کرتے عمر بیت جاتی ہے۔

بچپن میں یاد پڑتا ہے کہ کسی اہلِ دانش کی زبان سے میٹھا سا شعر سنا تھا جس کی لذت آج تک حواس محسوس کرتے ہیں گویا چنبیلی کا پھول تھا شائد، جس نے دل کے کھیت میں جڑ لگائی اور مرورِ وقت کے ساتھ زمیں کو موزوں پا کر اس سے نمی حاصل کی اور خود کو اُگا

کر نہال کی صورت ایستادہ ہوا اور ویسی ہی بو باس میرے ذہن کے چمن میں بکھیر دی جس سے میری تخلیقی صلاحیتوں کے در وا ہوئے جو چشمے کی طرح پھوٹ بہے اور گرد و نواح کے نباتات و جمادات کو سیراب کرنے لگے۔

شاعری کی اہمیت اور اس کی افادیت کے بارے میں آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ شاعری انسانی جذبات و احساسات کا منفرد اور دلکش اظہار ہے جس کے ذریعے انسان اس کائنات کے مخفی اسرار و رموز تک رسائی حاصل کرتا اور اس سے مستفیض ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ شاعری تہذیب کا آئینہ ہوتا ہے جس میں ہم اپنی زندگی کے اطوار اور چلن کے انداز کا عملی نمونہ دیکھ کر اس سے اثر کھاتے ہیں پھر اس سے متاثر ہو کر اس پہناوے کی تقلید کر کے خود کو معاشرے کا متمدن اور مہذب انسان بنانے کی جستجو کرتے ہیں۔ شاعری انسانی زندگی کے کلی معاملات کا اظہار ہے جس سے کوئی جذبہ پنہاں نہیں۔

مجھے عادت ہے کہ میں اپنی نالائقی کا اظہار کھل کر نہیں کر پاتا بلکہ ڈھکے چھپے الفاظ میں کرتا ہوں۔ دیکھئے نا! بات شاعری کی اہمیت و افادیت کی ہو رہی ہے، بات تو انسانی زندگی اور اس سے متعلقات کی ہو رہی ہے اور میں نا جانے کیوں قلم کی نوک کو اپنی ذات اور اس سے متعلقات کو رقم کرنے کی طرف موڑنے کی بظاہر بھرپور کوشش کر رہا ہوں حقیقتاً ایسا کر نہیں پا رہا ہوں۔

مختصر یہ کہ میں ایک خوبصورت اور پڑھا لکھا انسان ہوں جسے شاعر بن کر جینا اور لوگوں میں نمایاں دکھائی دینے کی جستجو شدت کی حد تک پریشان کیے ہوئے ہے۔ یہ میری انا کی تسکین کا سبب ہے یا میرے مختل دماغ کی کارسازی ہے، اس کا فیصلہ آپ کیجئے گا۔ میں تو ابھی تک یہ طے نہیں کر پایا کہ اگر میں پڑھا لکھا ہوں تو پڑھی لکھی اور قابلِ فہم بات کیوں نہیں کر رہا؟

"کچھ کہنا ہے"، میرا پہلا مجموعہ کلام تھا، آپ کی نظر سے گزرا ہوگا یا اس کا ذکر کسی

احباب سے سنا ہوگا۔ آپ کو پسند آیا یا نہیں مجھے اس سے کوئی دل چسپی نہیں، کیوں کہ میری شاعری میں ایسا کچھ نہیں جو آپ کی دلچسپی کا باعث بنے اور میں آپ کی پسند کو اپنی انا کی تسکین کا پابند اور ذریعہ نہیں بنا سکتا۔ میں نئے زمانے کا بہت قدیم انسان ہوں، جو جدید زمانے کی تمام مراعات کے ساتھ زندگی کے ایام بے رحمی سے ضائع کر رہا ہے لیکن اس کی سوچ کے سوتے قبل از مسیح کے زمانے سے پھوٹتے محسوس ہوتے ہیں۔ میں اپنے قدیم ہونے کی تائید اس لیے کر رہا تا کہ آپ کی ہمدردی اور شفقت میسر آ جائے۔ میرے بارے میں آپ کی رائے میری سوچ سے مختلف ہو سکتی ہے۔

"کچھ کہنا ہے" کے بعد "آبِ رواں" کے نام سے نثر میں ایک کتاب لکھنے کی گستاخی کی، جسے حسنِ اتفاق سے گرد و نواح میں بسے احباب نے بہت سراہا۔ مجھے تو اس کتاب میں ایسا کچھ دکھائی نہیں دیا جو سراہے جانے کے قابل تھا۔ بہر حال یہ آپ سب احباب کی محبت اور دل نوازی ہے کہ آپ نے میری حقیری سی کاوش کو اپنے قلبِ سلیم میں جگہ دی، جس کا اظہار آپ کی زبان سے ادا ہوئے خوبصورت اور پُر اثر جملوں سے ہوتا ہے۔

"دُھند میں لپٹی شام" میرا دوسرا مجموعہ کلام ہے، جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اسے پڑھیے اور اس میں خامیاں اور نقص تلاش کریں۔ یونہی سرِ راہ اگر میری ذات آپ کو میسر آ جائے تو مجھے شرمندہ کرنے کا موقع ہاتھ سے مت جانے دیجیے گا اور اگر اس میں کوئی قابلِ فہم بات یا اچھوتا خیال دل کو بھائے تو اسے دوسروں تک پھیلا کر اپنی علمی قابلیت کا اظہار کریں تا کہ آپ کی بارُعب شخصیت کا سحر دوسروں پر اپنا گہرا اثر تا دیر باقی رہے۔

دستور ہے کہ سب سے اہم بات کا ذکر آخر میں کیا جاتا ہے تا کہ اس کا اثر تا دیر ذہن میں رہ جائے۔ موجودہ زمانے میں ایسی شخصیات ناپید ہیں جو اپنی زندگی کی تمام ضرورتیں اور خواہشات کو تج کر دوسروں کی خواہشات اور ضرورتوں کی تکمیل کے ذرائع ہموار کرتے ہیں۔ اس کتاب کی تدوین و اشاعت اور ترتیب و تخیب میں جناب وحید احمد

زمانؔ صاحب کا دل سے ممنون ہوں کہ انھوں نے میرے بے ترتیب خیالات کو خوبصورت قالب میں ڈھالنے کا فن مجھے ایک شفیق اُستاد اور پُر تکلف دوست کی طرح سکھایا اور میری نالائقی اور کج فہمی کو اتنے خوبصورت انداز میں نظر انداز کیا کہ مجھے اس کا گماں تک نہیں ہوا۔ دُعا گو ہوں کہ اللہ انھیں دولت، شہرت اور عزت کا وہ معیار عطا کرے جو اللہ کریم اپنی پسند کے منتخب لوگوں کو ودیعت کرتا ہے۔

دُعا گو

محسن خالد محسنؔ

''دھند میں لپٹی شام'' میری نظر میں

لاشعور میں بسے زیست کے گورکھ دھندے کو الفاظ میں ملبوس کر کے سرِ عام محوِ رقص چھوڑ دینا ایک ستائش آمیز مگر دقیق فعل ہے، کیونکہ اکثر اُوقات ہماری تنگ نظری کا ضعیف ظرف ہمارے لاشعور کو شرم و حیا میں قفس نشین رکھتا ہے اور شدید خواہش رکھنے کے باوجود بھی ہم محوِ رقص نہیں ہوتے۔۔۔۔ پھر بھی ہم اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لیے ایک اور سبیل ڈھونڈ لیتے ہیں وہ یہ کہ ہم دوسروں کے خیالات سے اپنے لاشعور میں بسنے والے زیست کے گورکھ دھندے کی پیمائش کرنے لگتے ہیں، لیکن خود اپنے ذہن کے ترازو میں خیالات کا بوجھ ڈال کر تولتے نہیں۔

اکثر ہماری زیست کے گوہر کسی بے وجود خوف کے تابع ہی رہ جاتے ہیں، مگر ہر شخص اس بے وجود خوف کے زیرِ سایہ پروان نہیں چڑھتا۔ کچھ لوگوں نے اپنی ذات سے ہٹ کر تخیل میں ایک دل فریب جہاں بسا ہوتا ہے جس میں وہ اپنے خیالات کو رقص بھی کرواتے ہیں اور ان کو بیان کرنے کے لیے ترازو بھی وہ اپنا استعمال کرتے ہیں، مستعار نہیں لیتے۔

محسن خالد محسنؔ بھی انھیں لوگوں میں سرِ فہرست ہیں جنھوں نے اپنی کل کائنات کو شاعری کی شاہانہ پوشاک پہنا کر ہمارے سامنے محوِ رقص چھوڑ دیا ہے جس نے ایک ادنیٰ

مخلوق شرم و حیا کے قفس سے رہائی بھی پائی ہے۔

"دھند میں لپٹی شام" کے بارے میں یہی کہوں گی کہ محسن خالد محسنؔ نے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں اُتر جانے والی کیفیت کی لَے میں ڈوبی ہوئی شاعری تخلیق کیا ہے، جس کی تاثیر قاری کے ذہن پر نقش ہو جاتی ہے۔ ان کی شاعری اور نثر نگاری کا منفرد مگر دلکش اندازِ رنگِ جمالِ یار لیے میرے آنچل میں بھی موجود ہے مگر میں ابھی تک قفس نشینی میں ہوں اور محسن خالد محسنؔ جیسے آزاد شاعر کے ترازو سے اپنے خیالات کا بوجھ ماپ رہی ہوں۔ یوں لگتا ہے جیسے کسی نے میرے لاشعور کا تجزیہ کر کے اس پر کتاب تحریر کر دی ہو۔

مہ جبیں بشیر
لیکچرار آئی بی ایل کالج آف کامرس لاہور

سچا اور کھرا انسان

محسن خالد محسنؔ سے میری شناسائی غزالی پریمئر کالج میں ہوئی۔ مجھے محسوس ہوا کہ میں ایک فلاسفر سے راست گو نوجوان سے مل رہا ہوں، جو ہر حوالے سے ایک سچا اور کھرا انسان ہے۔ یہ نوجوان اپنے تخیلات کو الفاظ کے خوبصورت قالب میں ڈھالنے کا فن خوب جانتا ہے۔ اس کے خیالات انسان کے قلبِ مضطرب کو سکون اور طمانیت کی لذت سے محظوظ کرنے کا سلیقہ عطا کرتے ہیں۔

بلاشبہ میدانِ سخن میں اس کی آمد نئی ہے مگر اس کے اُسلوب اپنے اسلاف کے فن سے اثر کھاتا ہے۔ محسن خالد محسنؔ کی شاعری میں کچھ کہنا ہے کہ نام سے پہلی کتاب تحریر کی جس کی حلقہ ادب میں زبردست پذیرائی ہوئی۔ اس کتاب کی اشاعت نے انھیں بطور شاعر متعارف کروانے کلیدی کردار ادا کیا۔

محسن خالد محسنؔ نے نوجوان نسل کو شعور اور فہم شناسی کی تحریک دینے کی بھرپور کوشش دُھند میں لپٹی شام میں کی ہے۔ اس کتاب کے علاوہ انھوں نے کچھ کہنا ہے، کچھ لفظ کچھ معنی، آبِ رواں کے نام سے کتابیں لکھ کر اپنے مخصوص لب و لہجہ کی انفرادیت کا ثبوت پیش کیا ہے

بلاشبہ یہ کتاب لکھنے پر محسن خالد محسنؔ مبارکباد کے مستحق ہیں، جس میں لفظوں کی

گہرائی میں چھپی معاشرے کی اصلیت اور افکار کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

میری دُعا ہے کہ ربِ تعالیٰ محسن خالد محسنؔ کے زورِ قلم میں روانی عطا کر کے میدانِ سخن کے اُوجِ کمال سے آشنا کردے اور اُن کامیابیوں سے ہمکنار کرے جس کا محسنؔ متمنی ہے۔

عامر فراز بلوچ
صدر شعبہ انگریزی، پریمئر کالج لاہور

☆

رنگ جب روشنی سے ملتے ہیں
ہم بھی تب زندگی سے ملتے ہیں

ایک مدت کے بعد بچھڑے ہوئے
کتنی دیوانگی سے ملتے ہیں

بس! مقدر ملا رہا ہے ہمیں
ورنہ ہم کب کسی سے ملتے ہیں

سوچ سے ماورا

پیار مجھ سے بہت ہی کرتی ہے
چھپ کے اظہار بھی یہ کرتی ہے
روشنی بھی عجیب ہوتی ہے

☆

عجلت میں چلا آیا تھا، تاخیر سے پہنچا
اپنوں میں بھی اک غیر کی تحریر سے پہنچا

یہ دیکھ میں چوکھٹ پہ کھڑا ہوں کہ نہیں ہوں
مت پوچھ کہ تقدیر سے یا تدبیر سے پہنچا

صدیوں سے کسی شخص کو احساس تھا لیکن
دیوار کو یہ نقصان ہی تعمیر سے پہنچا

اضطرابِ ہستی

دل میں کتنی ہی خوا ......
ہر روز
پھوٹ کر پل میں سوکھ جاتی ہیں
کیوں میسر نہیں سکوں کی لے
دل نگر میں رواں ہے جو دریا
رات بھر وہ تو چڑھتا رہتا ہے

ترکِ تعلق

اب اگر لوٹ بھی آئے تو
میرے دل کا یہ ویران منظر
نہ آباد ہو پائے گا
میں نے خود کو ہی اب لے لیا گود ایسے
کسی کے سہارے کی مجھ کو ضرورت نہیں ہے

اُلجھن

اُلجھنیں اتنی ہیں زندگی میں
کہ دل کرتا ہے
جان اپنی میں لے لوں
خود اپنے ہی ہاتھوں سے
پھر سوچتا ہوں
مرے قتل کا کس پہ الزام ہوگا؟

نسلی خلا

آئینے کی تراش
ناممکن
کیا غرض ہے سقیل چیزوں کو
کہ بدل جائیں
ناتواں کب ہیں
عہد حاضر کے طفلِ سہل پسند
منزلوں کا پتہ جو دیتے تھے
کھو گئے ہیں کہاں وہ منظر سے

قطعہ

موسم بھی اعتبار کے قابل نہیں رہا
اک شخص میرے پیار کے قابل نہیں رہا

اس کو نہ کوئی فکر تھی سو میں نے بھی کہہ دیا
جا تو بھی میرے پیار کے قابل نہیں رہا

قطعہ

بعد مدت کے تو نظر آیا
دیر سے ہی سہی مگر آیا

ہم چلے آگ کے شراروں پر
تب کہیں جا کے تیرا گھر آیا

دو رُخی

تسکین خواہشات کا اک اضطراب ہے
یہ زندگی تو ایک مہکتا گلاب ہے
رگ رگ میں لیکن
اس کے اُترتے نوکیلے خار
پہلے تو زخم دیتے ہیں
پھر مار دیتے ہیں

جستجو

سورج!
اپنی کرنوں سے
چاند کی پیشانی
روشن کردے
میں دھرتی سے لپٹا ہوں
مجھ کو سہارا دے کر
امبر کردے

دوہرا معیار

پختہ اینٹوں سے بنے گھر
اندر سے
کمزور بہت ہوتے ہیں
سب کچھ ہوتا ہے
لیکن پھر بھی
ہم بور بہت ہوتے ہیں

اطمینان

وقت تقسیم کرتا ہوں اب میں
کوئی خواہش نہیں ہے اب میری
اب نہیں انتظار آنکھوں میں
کوئی دُکھ بھی نہیں
بہت خوش ہوں
اپنی قسمت پہ
خود پہ
اور تجھ پر

ایک شعر

اُس کی بکھری ہوئی زلفوں کو گھٹا کہتے ہیں
ہم بھی پاگل ہیں اُسے سب سے جدا کہتے ہیں

قطعہ

اس میں کوئی ضرور حکمت ہے
تیری آنکھوں میں یہ جو حیرت ہے

زندگی ہوگی اختتام پذیر
موت انسان کی حقیقت ہے

یقینِ کامل

تیرے ہونے کا پورا یقیں ہے
مرے پاس رہتا کہیں ہے
مجھے بس دکھائی نہیں دے رہا

حقیقت

تجھے فرصت سے چاہا تو نہیں میں نے کبھی
لیکن!
تجھے شِدّت سے مانگا ہے ضرور

کیفِ ہستی

بہاروں کی یہ میٹھی دُھوپ
تمھارے لمس کی حدت
ہمیشہ ایک سی محسوس ہوتی ہے
نجانے کیوں
نہیں معلوم!!

اے مرے ہم سفر!

جو ساتھ چل پڑے ہو تم
اِدھر اُدھر نہ دیکھو اب
مجھی میں جھانکتے رہو

عہد و پیماں

کوئی وعدہ نبھانے کا نہ وعدہ لو
جہاں تک ہو سکا ممکن
نبھاؤں گا
تمہارا ساتھ
بس تم بدگماں ہونا نہیں مجھ سے

تعلق

بے وفا ہوں میں
سچ کہتے ہو؟
اپنے دل میں بھی جھانکو ذرا
آج بھی
تیرے دل میں ہے خواہش مجھے پانے کی
آج بھی بھیگی رُت کی طرح
میں تمھیں اچھا لگتا ہوں
آنکھوں میں تری بستا ہوں
تجھ سے بچھڑ کر بھی

ہر پل تیرے قرب میں رہتا ہوں
تم نہ مانو
مگر
یہ حقیقت ہے
مجھ سے ہی تم کو محبت ہے جاناں!

اظہار

مرے سارے سوالوں کے جواب
ترے خوش رنگ ہونٹوں کی
ذرا سی
ہلکی سی
جنبش میں پنہاں ہیں

خواہش

جیون کے سادہ کاغذ پر
بس تم اتنا لکھ دو
تم صرف مرے ہو
میرے ہی رہو گے

ادھوراپن

اس کی خاطر چوری لائی ہوں
جو رانجھا بننے سے ڈرتا ہے
میں دریا میں ڈوب رہی ہوں
وہ دور کھڑا ہنستا ہے
میں لڑکی تھی
اب ہوں عورت مے جیسی
وہ اب بھی
بچپن میں کھویا ہے

گروی پڑے خواب

کب تک
آخر کب تک
میں انھیں سنبھالوں گا
اپنے خواب
آ کر لے جاؤ
جو میں نے برسوں سے
تیری خاطر
دیکھ رکھے ہیں

فیصلہ

دوسروں نے جو نکالے ہیں
ایسے رستوں پر
چلوں میں کیوں
اپنی منزل کا ہر اک رستہ
اپنے بل پر خود نکالوں گا
طے کروں گا خود سفر اپنا
جانتا ہوں
کتنا مشکل ہے
اپنے رستے پر چلنا

پھر بھی
اتنا ہے یقیں خود پر
چل پڑا تو چلتا جاؤں گا
آگے آگے
بڑھتا جاؤں گا

ضبط

اپنے کمزور بدن کو
بھلا یوں کب تک
اُن ہوس سے بھری آنکھوں سے
بچا کر رکھوں
وہ کسی باؤلے کتے کی طرح
کچھ دن سے
پڑ گیا ہے مرے پیچھے
میں جدھر جاؤں
اپنے دامن کو بچاؤں
اپنی طرف وہ کھینچے

سوال

تم نے تو کہہ دیا
بھول جاؤ مجھے
پر تمھیں علم کب ہے
تمھیں بھول پانا
ہے ممکن کہاں
بس مجھے بات اتنی بتا دو
کبھی گل سے خوشبو جدا ہوتی ہے؟

سوچو!

ساحل پہ کھڑے ہو کر
سوچو!
لہریں ساحل سے ٹکرا کر
واپس کیوں مڑ جاتی ہیں!

اجازت

اس جہاں کی وسعتوں میں
پھیل جانے دے مجھے
دیکھنا پھر
لوحِ قسمت پر
مقدر کا ستارہ بنوں گی
ہم سفر بھی اپنا میں
خود ہی چنوں گی
مجھے اک بار موقع دے
بھروسہ مجھ پہ کر
چاردیواری سے گھر کی
مجھ کو باہر آنے دے

ناہموار راستوں کا سفر

شک کی آنکھوں سے واہموں کو دیکھ
اور پکڑ لے شعور کی چمٹی
ڈھیل دیں تو
یہ کاٹ لیتے ہیں

قطعہ

ایک مدت ہوئی ہوا ہی نہیں
واقعہ وہ جو واقعہ ہی نہیں

بس میں ہوتا تو جان دے دیتے
بس ہمارا تو بس چلا ہی نہیں

خواب حقیقت کیوں نہیں بنتے؟

بال بکھرائے اِک دوشیزہ
ٹوٹی کھڑکی سے آنگن میں
رینگتے سائے کو دیکھ رہی ہے اور
سوچ رہی ہے
خواب حقیقت کیوں نہیں بنتے؟
جنھیں شدت سے چاہا ہو
وہ کیوں نہیں ملتے؟؟

صبر اور جبر

مری آنکھوں کے خوابوں کو چرا کر
بدن سے میرے کپڑے تک اُتارے
ہوس کے شہر میں مجھ کو گھمایا
ہوئی زدراب کشش میرے بدن کی
مگر
انگڑائی اس کی پھر نہ ٹوٹی
عجب بے زار سا بندھن ہے لیکن
ابھی تک میری جاں اس سے نہ چھوٹی

دشت پیمائی

زاویے جب نظر کے بدل جائیں
تو پھر
محبت کے انداز بدل جاتے ہیں
چند دیوانے لیکن
محبت کی پُر خار وادی میں
سر گرم رہتے ہیں
جب تک جئیں

دُھند میں لپٹی شام

شام ہوتے ہی آنکھ کا سورج
تیرے قدموں میں ڈوب جاتا ہے
گہری تاریک دُھند میں لپٹی شام پر
اک خوف چھا جائے
پھر بھی مدھم اُمید کی آہٹ
ادھ کھلے در سے جھانک لیتی ہے
جب اُداسی کو بھانپ لیتی ہے
اس قدر اک دم سے وہ ڈر جائے
چند لمحوں میں ڈر سے مر جائے

ضبط کا دریا

تو سمجھ کے درخت بیری کا
مجھ کو پتھر یہ مارتا کیوں ہے
پھل لگا جو وجود پر میرے
تو زبردستی اُتارتا کیوں ہے
کتنی شاخوں کو توڑ دیتا ہے
کونپلوں کو مروڑ دیتا ہے
پھر بھی میرے ضبط کا دریا
بہہ رہا ہے حصار میں اپنے

قطعہ

پاس دُشمن کو ہمیشہ وہ بٹھانا چاہے
مجھ کو ہر بار ہی نیچا وہ دکھانا چاہے

میرے لفظوں نے اُسے روک رکھا ہے ورنہ
ایک مدت سے مرے خط وہ جلانا چاہے

ایک شعر

جان دے سکتے ہیں، ایمان گنوانے سے رہے
اس سے بڑھ کر ترے ناز اُٹھانے سے رہے

قطعہ

دردِ دل کی کوئی دوا دے دو
زندہ رہنے کا آسرا دے دو

تم جہاں چاہو جا بسو محسنؔ
میرے حصے کی بس وفا دے دو

رویہ

ابھی جو شخص مرے سامنے سے گزرا ہے
وہ خوب اچھی طرح سے ہے جانتا مجھ کو
عجیب بات ہے انجان بن گیا پھر بھی

زندگی

ایک دیوار کی طرح ہوں میں
تم مری پختگی ذرا دیکھو
روز گر جاتی ہے
مری اک اینٹ

وقت

وقت جب پیرہن بدلتا ہے
لوگ اکثر یہی سمجھتے ہیں
جیسے وہ خود بدل گئے
حالاں کہ
بدلتا نہیں ہے کچھ بھی یہاں

سوچ رہا ہوں

سوچتا ہوں
ہر قدم پر سوچتا ہوں
کاغذوں پر لفظ اپنے کھینچتا ہوں
سوچتا ہوں
اس جہاں میں
کیا ضرورت تھی مری
آخر کمی میری کسے تھی
کیا اضافہ میں نے دُنیا میں کیا
کیا میں نے سلجھائی
کوئی گتھی

انوکھی کون سی میں نے زباں بولی
جہاں میں
سوچتا ہوں
اس زمیں پر
دور تک پھیلی زمیں پر
میں سفر کر سکتا ہوں کتنا
اُتر کر سمندر میں
کہاں تک تیر سکتا ہوں؟
کہاں تک بپھری لہروں کے تھپیڑے
جھیل سکتا ہوں

کبھی میں
سوچتا ہوں
چور، ڈاکو اور لٹیرا بن کے
کتنا لوٹ سکتا ہوں
محل کتنے بنا سکتا ہوں
لوٹا مال لگا کر
عمر اپنی بڑھا سکتا ہوں؟
پھر میں
سوچتا ہوں
ایک ظالم بن کر
کتنے ظلم ڈھا سکتا ہوں

اپنا نام
کیا فرعون سے پہلے
لکھوا سکتا ہوں
اپنی راہ سے
میں کتنے لوگوں کو
ہٹا سکتا ہوں
ہاتھ اپنا
فلک کو کیا لگا سکتا ہوں؟
یونہی دیر تک
میں سوچتا ہوں
جانے کیوں میں
سوچتا ہوں؟؟

نصیب

وقت خود ہی اخذ کرتا ہے
جذبۂ دل کے سارے نتائج
جن پہ ہم رکھتے تو ہیں نظر
پر ہمیں
اس میں کج ہی نظر آتا ہے
ہم یہی چاہتے ہیں
کاش پل بھر میں ایسا ہو جائے
کاش پل بھر میں ویسا ہو جائے
پر وہی ہوتا ہے
ہونا جو ہوتا ہے
جو ہوا ہے

ایک شعر

زیست کو موت کا پابند بنانے کے لیے
مجھ کو بخشی گئی ہر سانس فقیروں جیسی

☆

جی میں خوش ہوں کہنا ہے
اور کہتے ہی رہنا ہے

سوچا اور سر پیٹ لیا
کل بھی زندہ رہنا ہے

میں نے کپڑے بدلے ہیں
تم نے چہرہ پہنا ہے

دلیل

بالکل اپنا وجود رکھتی ہے
یہ ہوا بس نظر نہیں آتی
خود محبت ثبوت ہوتی ہے
لوگ پھر بھی ثبوت مانگتے ہیں

نکتہ

بدل گیا وقت

وہ نہ بدلا

ہے سوچنے والی بات

سوچو!

شرط

دوستی

بارش سے ہو سکتی ہے

شرط اتنی ہے

برسے جب بارش

اس طرح برسے

کس طرح برسے؟؟

قطعہ

راز کو اُگلوا نہیں سکتا
سچ کبھی میں چُھپا نہیں سکتا

مار سکتا ہے جان سے مجھ کو
اپنے آگے جُھکا نہیں سکتا

پھر بھی!

تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ
تمھیں گھر جانا ہے
مجھے دور بہت جانا ہے

مجھ کو منانے کی ضد مت کر
ناراضی کا مزا اپنا ہے

لے گیا مجھ کو بھی اپنے ساتھ
دل پاگل ہے، آوارہ ہے

اچھا لگتا ہے جینا بھی
جب کوئی بچہ ہنستا ہے

☆

میں بیگانہ سا تجھ سے ہو گیا ہوں
خیالوں میں کسی کے کھو گیا ہوں

اُتر گئی ہے میری روح میں تو
میں کچھ دن سے مکمل ہو گیا ہوں

جہاں والو نہ مجھ کو اب جگاؤ
اگر میں نیند گہری سو گیا ہوں

جہاں سے جانا تھا سو جاتے جاتے
میں اپنے داغ سارے دھو گیا ہوں

زمیں دل کی تھی ویراں کتنی محسنؔ
میں اس میں پیار کتنا بو گیا ہوں

☆

نگاہوں نے جو دیکھا تھا
مرا محبوب چہرا تھا

مجھے لوگوں نے ٹھکرایا
فقط تو نے سنبھالا تھا

مری تو روح پیاسی تھی
وہی سیراب کرتا تھا

☆

میں خوش کتنا پھرتا تھا
وہ مجھ میں لوٹ آیا تھا

بس اپنی گود میں اس کو
محبت سے بٹھایا تھا

اچانک تیری خوشبو سے
مرا گھر سارا مہکا تھا

وہ سن کے پیار کی لوری
مری بانہوں میں سوتا تھا

یہ جسموں کا گھنا بادل
کسی چھت پر برسا تھا

وفا کی جھیل سوکھی ہے
یہاں جھرنا بھی بہتا تھا

ہمیشہ خواب میں محسنؔ
بس اک سپنا ہی دیکھا تھا

☆

میں گھر جس وقت پہنچا تھا
تو سج دھج کے بیٹھا تھا

ترا چہرہ تھا یوں روشن
دیا سا جیسے جلتا تھا

کلائی میری پکڑی تھی
گلے مجھ کو لگایا تھا

مجھے تو پیار کرتی تھی
تجھے میں عشق کرتا تھا

تجھے جب میں نے دیکھا تھا
تو میری جانب آیا تھا

☆

میں جس دم صبح جاگا تھا
تو کمرے میں اکیلا تھا

جو شب نے منہ چھپایا تو
اُجالا ہر سو پھیلا تھا

ترے گھر کا ہر اک منظر
مجھے صحرا سا لگتا تھا

کبھی تو ریت اُڑتی تھی
کبھی جھکڑ سا چلتا تھا

شکستہ گھر کی حالت تھی
ذرا آنگن بھی میلا تھا

سویرے پانی بھرنے کو
کسی پنگھٹ پہ جاتا تھا

میں کرتا چاند سے باتیں
اکیلا جب میں ہوتا تھا

☆

کسی وادی سے آیا تھا
یہاں کچھ دیر بیٹھا تھا

بہت تاریک راتوں میں
چراغِ آس جلتا تھا

بہت کیں پیار کی باتیں
ترے پہلو میں بیٹھا تھا

تری آنکھوں سے ہی اکثر
کسی جنت میں جھانکا تھا

وہ تیرے وصل کا لمحہ
مجھے ہر لطف دیتا تھا

تیرے ہونٹوں کی لالی نے
قرارِ دل کو چھینا تھا

فراق و ہجر کا سایہ
پرے ہی ہم سے رہتا تھا

تیری آغوش میں شب کا
پتہ بالکل نہ چلتا تھا

☆

ابھی خورشید نکلا تھا
ابھی موسم سہانا تھا

ترے آنے سے کھل جاؤں
اُداسی اُوڑھے بیٹھا تھا

نجانے اجنبی تھا کیوں
جو چہرہ تو نے پہنا تھا

کھلی ہی رہنے دو زلفیں
گلاب ان میں لگانا تھا

اچانک تھام کر تجھ کو
ترے ہونٹوں کو چوما تھا

ہوا مجھ کو اچانک کیا
بہت حیراں تو لگتا تھا

اچانک گھر جو لوٹے تھے
تو میرے ساتھ کب آتا تھا

ترے کھونے کا ڈر اکثر
مجھے کتنا ڈراتا تھا

اکیلا بیٹھ کر شب بھر
ترے بارے میں سوچا تھا

میں پاگل بن کے گلیوں میں
تجھی کو ڈھونڈا کرتا تھا

جو تیری یاد آتی تھی
تڑپتا تھا میں روتا تھا

اکھٹے نکلے تھے گھر سے
کہیں رہ میں تو بچھڑا تھا

☆

ترا رستہ بھی دیکھا تھا
کہاں لیکن تو لوٹا تھا

تری لمبی جدائی کا
ہر اک غم میں نے جھیلا تھا

جدائی میں تری برسوں
سدا مرمر کے جیتا تھا

وہ گھر ہے یاد اب تک
جہاں میں تجھ سے ملتا تھا

تجھے کھو دینے کا ماتم
مری جاں لینے والا تھا

نجانے کتنے دن میں نے
پیا تھا کچھ نہ کھایا تھا

گزارے ساتھ جو لمحے
انھیں اب تک نہ بھولا تھا

☆

یہی اک جرم میرا تھا
تجھے اتنا جو چاہا تھا

ترے ہرجائی پن کا سوگ
بہت دن تک منایا تھا

جدائی نے تری مجھ پر
ستم ہر روز ڈھایا تھا

☆

لگا جب ہجر کا گھاؤ
میں ٹوٹا اور بکھرا تھا

برا تھا اس قدر میں کیا
مجھے کیوں تو نے چھوڑا تھا

وہی آخر ہوا کیوں کر
جو تم نے سوچ رکھا تھا

تجھے میرے علاوہ بھی
بتاؤ! کوئی بھایا تھا

مری جنت بھی روٹھی تھی
تو مجھ سے جب سے روٹھا تھا

جدھر دیکھوں ہے تنہائی
میں کیوں محسنؔ یوں تنہا تھا

☆

جو ہونٹوں پر شکایت ہے
تو پھر کیسی عنایت ہے

مجھے چھو کر کبھی دیکھو
اگر تھوڑی سی ہمت ہے

یہ دُنیا ایک دُھوکا ہے
بس اتنی سی حقیقت ہے

☆

بس بھول جانے کے لیے تھوڑے سے خواب ہیں
تیرے ہر سوال کے دسیوں جواب ہیں

دریا کی موج موج کہاں ہے رواں دواں
اُٹھتی نظر جدھر ہے وہاں کچھ سراب ہیں

محبت ہار دی میں نے

محبت کے تقاضوں کو
اکیلا اور تنہا میں
بھلا کب تک نبھا پاتا
ستم گر بے وفا تھا وہ
اسے پھر چاہتا کب تک
میں یونہی
ٹوٹ کر تنہا
محبت ہار دی میں

محبت الزام نہیں ہوتی

محبت تو محبت ہوتی ہے
الزام مت کہنا محبت کو
محبت جوڑتی ہے دل
محبت نفرتوں کو ختم کرتی ہے
محبت اُجڑے دل آباد کرتی ہے
محبت شاد کرتی ہے
عبادت ہے محبت روح کی
الزام مت کہنا محبت کو

لذت بھرا موسم

آنکھوں کے آنگن میں
یادوں کے گل بوٹے
بیج محبت کے بوتے ہیں
دوروحوں کے پیاسے جسم
دل کی دھرتی پہ برستے ہیں
موسم لذت سے بھر جاتا ہے

امید

رات آنکھوں کی وادی میں
آوارہ بن کے پھرتی ہے
پھول کھلیں گے کب؟
بھنوروں سے پوچھا کرتی ہے

تیرے بغیر

موسم سبھی اک جیسے لگتے ہیں
ہر رنگ پھیکا پڑنے لگتا ہے
تیرے بنا کچھ بھی
اچھا نہیں لگتا

جیسا کہ تم چاہتے تھے

اب میں روتی نہیں
ہنستی بھی میں نہیں ہوں
شرارت نہیں کرتی ہوں
بچپنا مجھ میں دِکھتا نہیں
ایک سنجیدگی بھر گئی مجھ میں
جیسا کہ تم چاہتے تھے
میں ویسی ہی اب ہو گئی ہوں
مجھے اب تو اپنا لو تم
مجھ کو اپنا بنا لو
یقیں کر لو
جیسا کہ تم چاہتے تھے
میں ویسی ہی اب ہو گئی ہوں

اے میرے ہم دم

اجنبی راستوں کا سفر
آدمی کو تھکا دیتا ہے
مجھ کو آ کہ سنبھالو ذرا
میں بکھر ہی نہ جاؤں کہیں ٹوٹ کر

ذرا ٹھہرو!

چھوڑ کر مجھ کو کسی کے سہارے چلے ہو
میں پہلے ہی تھی بے سہارا
اب میں خود کو سنبھالوں گی کیسے؟

محبت کا پہلا سفر

تری بے رخی کی تھکن نے
نڈھال ایسا مجھ کو کیا ہے
محبت کے پہلے سفر نے
مجھ کو بدحال ایسا کیا ہے

آخر کب تک؟

میں تیرا نام کب تک ساتھ اپنے جوڑ کر رکھوں؟
سوال اتنے مجھ پہ لوگ کرتے ہیں
مجھے سب پوچھتے ہیں
کون ہے یہ؟
اس سے رشتہ کیا ہے تیرا؟
میں جواب ان کو مگر کچھ بھی نہیں دیتا
گزارش ہے میری تجھ سے
کسی دن تو
تصور سے نکل باہر
حقیقت میں تو سامنے آ
تاکہ لوگوں کی زبانیں بند ہو جائیں

خوف

مشتاقِ محبت ہیں بہت لیکن
کس کو اپنے گلے کا ہار بناؤں میں
سوچتی ہوں
وہ ہار کہیں
میرے گلے کا پھندا ہی نہ بن جائے

ستم ظریفی

مرا دل مستحق تیری توجہ کا
تیری بے اعتنائی کا عجب موسم
تمنا کے پرندوں کو
بہاروں کی حسیں رُت میں
خوشی سے چہچہانے بھی نہیں دیتا

اصلیت

ابھی وہ موسم نہیں آیا
کہ پھول جب کھلنے کو ہوں گے
تو ایسی رُت میں خزاں بن کر
ضرور شب خون مارے گا

شاید

روز سورج کو
اس آس پر ڈوبتے دیکھتی ہوں
کہ شاید
یہ شب تیری آغوش میں گزرے گی

تڑپ

سُلگتی یاد کے سارے حسیں لمحے
کبھی جب سانپ بن کر روح کو ڈستے ہیں
پھر میں اور تنہائی مری
بس لمس تیرے کو ترستے ہیں

شبِ ہجر

ڈوبنے والا ہوا امید کا سورج
شبِ ہجر کالی اور بھی ہونے لگی
اب تک مگر
لوٹ کر آیا نہیں ہے تو

یادوں کا چراغ

دن ڈھلتے ہی
تیری یادوں کا چراغ
ہجر کی تاریکی میں
جلتا رہتا ہے
بجھتا رہتا ہے

فریب

خودساختہ چہرے پہن کر
اور مصنوعی رویّے اُوڑھ کر
یہ لوگ
سب رشتے نبھائے جاتے ہیں

احساس

دل کے آنگن میں چڑیوں کا شور
نیند سے جب جگانے لگتا ہے
جانے کیوں اپنے ہونے کا احساس
مجھ کو اکثر ڈرانے لگتا ہے

فرق

آنے والے موسم میں
اور جانے والے موسم میں
بس فرق اتنا سا ہے
آنے والا موسم میں تھی
جانے والا موسم تم ہو

خدشہ

یہ مہکتے گلاب جذبوں کے
اس محبت کی میٹھی خوشبو سے
پھر سے محروم ہی نہ ہو جائیں
ملتے ملتے کہیں نہ کھو جائیں

اصول

آؤ کچھ شرطیں طے کر لیں
شرط اتنی ہے
شرطیں قائم ہی رہیں گی
چاہے
رشتہ قائم نہ رہے

میری آرزو تم ہو

آرزوؤں کے رنگیں میلے میں
ایک بس آرزو مری بھی ہے
اور وہ میری آرزو تم ہو

دنیا کی خاطر

ساتھ چلنے کے لیے
ساتھ جینے اور مرنے کے لیے
کوئی رشتہ تو ضروری ہے بہت
چاہے اس رشتے کا
نام رکھ لو کوئی بھی

اک محبت ضروری ہے

زندگی مختصر ہے
مختصر زندگی میں
اک محبت ضروری ہے
جس کے سہارے
مختصر زندگی کی یہ مدت
آدمی اس محبت میں مل کر گزارے

☆

چہرے پڑھتا رہتا ہوں
یہ کیا کرتا رہتا ہوں

ان دیواروں سے اکثر
باتیں کرتا رہتا ہوں

قبروں سے ٹیک لگائے
پہروں بیٹھا رہتا ہوں

سنتا ہوں شور ہوا کا
خود چپ چپ سا رہتا ہوں

تم کیوں گم سم بیٹھے ہو
میں جو تنہا رہتا ہوں

یہ پنچھی اُڑ جائے گا
کیوں میں ڈرتا رہتا ہوں

رات بہت تاریک ہوئی
شب بھر جلتا رہتا ہوں

دروازہ کھل جائے گا
باہر بیٹھا رہتا ہوں

متفرق اشعار

میرے اندر کہیں چھپے ہو تم
روبرو آؤ، کوئی بات کرو

☆☆

محبت کرنے والے تو محبت کرتے رہتے ہیں
دلوں میں جن کے نفرت ہے وہ نفرت ہی میں مرتے ہیں

☆☆

تجھے دیکھوں کہ تجھ سے بات بھی کوئی کروں میں
ابھی تک کچھ سمجھ آیا نہیں اب کیا کروں میں

☆☆

اس سے وعدے جتنے بھی میں نے کیے محسنؔ
ایک اک کر کے سبھی وعدے نبھا ڈالے

☆☆

میری آنکھوں میں جھانک کر بوجھو
مشرقی لڑکیوں سا شرماؤ

☆☆

کتنا آسان ہے بھلا دینا
اب ہے دشوار یاد رکھنا تمھیں

☆☆

بظاہر خوش دکھائی دے رہا ہوں
مگر اندر کی حالت مختلف ہے

☆☆

گھرے بادل میں چھپ کے روتی ہے
زندگی جب اُداس ہوتی ہے

☆☆

وقت کتنا عجیب ہوتا ہے
ہنستے ہنستے رُلا دیتا ہے

☆☆

ذرا سی دیر میں ہوں گی کہاں سبھی باتیں
ذرا سا وقت کسی دن نکال کر آؤ

☆☆

لوگوں کی جمع تفریق میں کیسے ڈھلتا
تو نے مجھ کو تقسیم ایسا کر رکھا ہے

☆☆

ریشمی کپڑے پہن کر ملنے آؤ کسی روز
تجھے دیکھے اک زمانہ ہو گیا ہے

☆☆

زندگی کے امتحان میں اکثر
جا پہنچتے ہیں سب دوراہے پر

بظاہر خوش دکھائی دے رہا ہوں
مگر اندر کی حالت مختلف ہے

HUSN-E-QALAM PUBLICATIONS
حسنِ قلم پبلیکیشنز
Lahore Pakistan. Cell:0300-47 17 801
/HUSNEQALAM

ISBN 9789696220206
9 789696 220206